ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-02

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

**ناہید ناز ڈاکٹر**

ایسوسی ایٹ پروفیسر (اردو) گورنمنٹ گریجویٹ کالج اٹک

# ڈاکٹر سلیم اختر کے افسانوں کی دنیا

**Naheed Naz Dr.**
Associate Professor (Urdu) Government Graduate College Attock.

***Corresponding Author:** naheed@gmail.com

## Dr.Saleem Akhtar k Afsanu ki Dunia

Dr. Saleem Akhtar is a multi-dimesional creative personality.He has written over more than hundred books including Psychology, Criticism, Thravelogue, Fiction, Historical Literature, Analysis and Autobiography. Every aspect of his creative personality is quite unique. In his fiction one can see all the colours of life.He penertrates into the character's internal & external life through unwinding their psychology that all the aspects of their life come before the eyes of the reader. His fiction is like a prism in which all the angles of life can be viewed. The colours of a man's life that are present in his fiction have been assayed to be covered in this article.

**Key Words:** *Dr. Saleem Akhtar, Creative, Psychology, Criticism, Fiction.*

ڈاکٹر سلیم اختر کے تخلیقی سفر کی تین جہات ہیں۔نفسیات، تنقید اور افسانہ، جن میں سے نفسیات اور تنقید کی خوب خوب پذیرائی ہوئی مگر افسانے قارئین اور ناقدین کی بھرپور توجہ حاصل نہ کر سکے؛حالاں کہ ڈاکٹر سلیم اختر ادبی دنیا میں بطور افسانہ نگار پہلے متعارف ہوئے اور بطور نقاد اور نفسیات دان بعد میں۔اس کی ایک بڑی اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ اُن کے افسانے وقتاً فوقتاً مختلف علمی و ادبی رسائل میں شائع ہوتے رہے لیکن پہلا افسانوی مجموعہ کڑوے بادام ۱۹۸۸ءمیں منظر عام پر آیا جب کہ اس سے قبل وہ تنقید اور نفسیات دونوں شعبوں میں نہ صرف متعارف ہو چکے تھے بل کہ چند معتبر اور مستند ناموں میں ان کا شمار ہونے لگا تھا۔

تنقید میں ڈاکٹر سلیم اختر کا غالب رجحان نفسیاتی تنقید کی طرف ہی رہا۔اُن کا پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ "اردو میں تنقید کا نفسیاتی دبستان "(۱۹۷۸ء) کے نام سے ہے۔علاوہ ازیں کڑوے بادام(۱۹۸۸ء)تک شائع شدہ تنقیدی

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-02
ماخذ تحقیقی مجلّہ

کتب میں نگاہ اور نقطے (۱۹۶۸ء)، تنقیدی دبستان (۱۹۷۳ء)، ادب اور لاشعور (۱۹۷۶ء)، افسانہ حقیقت سے علامت تک (۱۹۷۶ء)، جیسی معتبر تنقیدی کتب تصنیف کر چکے تھے۔ یوں ان کا نام اور مقام بحیثیت نفسیات دان اور نقاد اس قدر معروف ہو چکا تھا کہ ان کی چکاچوند میں افسانہ نگار ڈاکٹر سلیم اختر نمایاں نہ ہو سکا۔ ۱۹۵۱ء سے افسانہ لکھنے والے سلیم اختر، ۱۹۸۸ء میں پہلا افسانوی مجموعہ کڑوے بادام چھپنے کے بعد صحیح معنوں میں منظرِ عام پر آئے۔ بحیثیت افسانہ نگار زیادہ نمایاں نہ ہونے کی دوسری وجہ خود ڈاکٹر سلیم اختر کا یہ اعتراف ہے:

> افسانہ قلم بند کرنا، تنقید نگاری کے مقابلہ میں میرے لیے مشکل رہا ہے۔۔۔ افسانہ نگاری بھی مشاقگی ہے۔ ہیئت کے تقاضے، اسلوب کی جمالیات، متنوّع احساسات اور متناقض جذبات کو تاثر کے محدّب شیشہ تلے یوں لانا کہ وہ آنچ دینے لگیں، معاشرہ اور افراد کے حوالہ سے کرداروں کا خارجی رنگ اور اس کے برعکس ان کے باطن میں پنہاں کش مکش کے کتنے طوفان، سائے کی سی بھید بھری پرچھائیوں والا لینڈ سکیپ اور شعور اور لاشعور کے مابین رسہ کشی سے مشابہہ کش مکش۔ ان سب کی موثر تصویر کشی کو مَیں مشاقگی سمجھتا ہوں۔ فطرت خود بخود لالہ کی حنابندی کرتی ہو گی۔ مگر افسانہ کے لالہ کی حنابندی افسانہ نگار کو کرنا ہوتی ہے۔ افسانہ لکھنا، مہینوال کی مانند، اپنی ران کاٹ کر کباب بنانا ہے۔[1]

لہٰذا اس کو مشکل تخلیقی کام گردانتے ہوئے وہ سال بھر میں بہ مشکل دو یا تین افسانے ہی لکھ پاتے ہیں جب کہ اس کے برعکس تنقید میں ان کا قلم خوب چلتا ہے۔ نرگس اور کیکٹس کے نام سے ۲۰۰۴ء میں ڈاکٹر سلیم اختر کا افسانوی کلیات شائع ہوا جس میں ایک سو سات افسانے اور ناولٹ ضبط کی دیوار شامل ہے۔

شخصیت، منشور کی طرح ہوتی ہے جس کے ہر زاویے سے مختلف رنگ کی روشنیاں پھوٹتی ہیں لیکن منشور کی اکائی اپنی جگہ موجود رہتی ہے۔ یہی حال تخلیق کار کا بھی ہے جس کی شخصیت کے مختلف زاویے ہوتے ہیں لیکن شخصیت بحیثیت کل اپنی مرکزیت قائم رکھتی ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر کے تخلیقی ذہن میں ایک نقاد، نفسیات دان اور افسانہ نگار بہ یک وقت کام کر رہے ہوتے ہیں بل کہ باہم پیوست ہوتے ہیں؛ نتیجتاً ان کے افسانے، تنقیدی بصیرت اور چھان پھٹک کی بنا پر ترشے تراشے ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی نفسیاتی موشگافیوں، پیچیدہ نفسی جنسی الجھنوں اور عصابی نیوراتی مسائل کا مرقع بھی ہیں۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-02
ماخذ تحقیقی مجلہ

موضوعاتی اعتبار سے ڈاکٹر سلیم اختر نے انسانی شخصیت میں موجود مثبت اور منفی، تعمیری اور تخریبی، مماثل اور متصادم ہر طرح کے رویوں کو افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ فرد کا فرد سے، معاشرے سے، فطرت سے، خدا سے، مافوق الفطرت اور اساطیری عناصر سے تعلق، حتیٰ کہ فرد کے اپنے نفس سے تعلق کو بھی افسانوں میں متنوع زاویوں سے پیش کیا ہے۔ ان موضوعات کے موثر اور دیر پا ابلاغ کے لیے حسبِ ضرورت، اسالیب اختیار کیے۔ جہاں سیدھے سادھے انداز سے تفہیم ممکن تھی، وہاں اسلوب سادہ رکھا ہے؛ جہاں مکالماتی انداز میں ابلاغ بہتر محسوس ہوا وہاں اسلوب مکالماتی ہو گیا؛ جہاں علامتی اور تجریدی انداز اختیار کرنا مناسب لگا وہاں موضوعات کو علامات کے لبادے اوڑھا دیے اور یوں تہ در تہ معنویت کے ساتھ مدّعا قاری تک پہنچا دیا۔ کہیں کہیں اسلوب میں طنز کی کاٹ بھی نمایاں ہے۔ کفایت لفظی کے قائل ہیں اور مختصر مگر جامع بات پر اکتفا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر سلیم اختر ان موضوعات پر محض افسانے ہی قلم بند نہیں کرتے بل کہ ان کے پسِ پشت عوامل و محرکات تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ یہاں ان کا اندازِ نظر حقیقت پسندانہ اور سائنٹفک ہوتا ہے۔

ڈاکٹر سلیم اختر کے یہاں گو موضوعاتی تنوع ہے؛ انھوں نے معاشرتی، سیاسی، نفسیاتی، اساطیری، علامتی اور تجریدی افسانے قلم بند کیے ہیں مگر سب میں زیریں رَو نفسیات کی چلتی ہے۔ نفسیاتی / جنسی افسانوں میں فرد کی نفسی الجھنوں، مسائل اور پیچیدگیوں، مرد و زن کے باہمی جنسی اور ازدواجی مسائل، کج روئیوں، مردانہ ہم جنسیت، نسائی ہم جنسیت، نرگسیّت، الفتِ ذات، ایذا پرستی، ایذا طلبی، خوف، نفسیاتی دباؤ، پا پرستی، احساسِ کم تری، احساسِ برتری، احساسِ محرومی، رجعت، عصبانیت، التباس اور خبیث جیسے پیچیدہ نفسیاتی عوارض کا عملی اطلاق کیا ہے اور بہ ظاہر نارمل نظر آنے والے انسان کے عدم توازن کا اظہار سادہ، آسان اور موثر انداز میں کیا ہے جس کی تفہیم قاری کے لیے ادق اور گراں بار نہیں؛ بل کہ دل کش اور موثر ہے۔ ان کا بیش تر تخلیقی عمل سگمنڈ فرائڈ کے نظریات کے پس منظر میں ابھرتا ہے۔ وہ جنس اور اس کے متعلقات پر لاشعور کے اثرات نمایاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہیں واضح طور پر، کہیں خواب ہائے بیداری کے عالم میں اور کہیں فلیش بیک کے ذریعے۔ وہ جنس کی اہمیت اور افادیت کا برملا اظہار "جیون جل" اور "قفسِ رنگ" جیسے افسانوں میں کرتے ہیں۔ وہ "جیون جل" یعنی مادہ حیات کو "کل" قرار دے کر پورے نظامِ فکر و تمدن کی اساس گردانتے ہیں؛ حتیٰ کہ حاتم جیسے سخی اور جنگ جو، بہادر اور مہم جو کو اس نعمت سے محرومی کی بنا پر شکست خوردہ دکھاتے ہیں۔ گویا یہ جنسی محرومی اُسے تمام تر اخلاقی و کرداری اوصاف کے باوجود بے وقعت اور باعثِ تحقیر بنا دیتی ہے۔ افسانہ "قفسِ رنگ" میں عورت کی عزت و توقیر اُس کے کردار و عمل کی

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-02
ماخذ تحقیقی مجلہ

مرہونِ منت نہیں بل کہ "خوب صورت بدن" کی بنا پر ہے اور اُسے محض حسین سراپا کی مالک ہونے کی بنا پر مقدمہ سے بری کر دیا گیا حالاں کہ اس پر الزام ثابت ہو چکا تھا۔

دراصل ڈاکٹر سلیم اختر نے نوجوانی میں دیکھے گئے خواب کی حسینہ کے تصور کو آئیڈیل کے طور پر قبول کیا اور افسانوں میں اُسی پری پیکر کا مجسم روپ پیش کیا جس کا نمایاں ترین اظہار "قفسِ رنگ" میں کیا گیا ہے۔ تاریخی اور اساطیری روایات کے تسلسل کو جوڑتے ہوئے وہ عورت کے حسین بدن کا دفاع کرتے نظر آتے ہیں:

> اس سے بھی زیادہ اہمیت اس ذہنی رویہ کو ہے جو عورت سے تعلق، لاتعلق یا تعلق خاطر کے متنوع انداز کی تشکیل کرتا ہے۔ اس ذہنی رویہ کے تعین میں کسی حد تک جنسی ساخت کا ہاتھ اور بڑی حد تک ذہنی ساخت کا ہاتھ ہوتا ہے۔۔۔ وہ اس عورت سے ہم کلام اور انتہائی یا استثنائی صورتوں میں ہم کنار ہوتا ہے جس کی پرچھائیں اس کی سائکی کے نہاں خانوں میں لرزتی ہے۔ وہ اس عورت سے پیار کرتا ہے یا نفرت، وہ اس سے خوف زدہ ہے یا اسے خوف زدہ کرنا چاہتا ہے، حالت خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو وہ مثبت یا منفی طور پر اس کے طلسم سے آزاد نہیں ہو پاتا۔[2]

یہ حقیقت ہے کہ جنس بنیادی چار جبلتوں (بھوک، جنس، خوف اور غلبہ پسندی) میں سے قوی ترین ہے جو ہر صورت تسکین چاہتی ہے؛ لیکن اگر انسان کو وحشی درندے کی بجائے انسان مانا جائے تو اُسے ایک حاسہءِ اخلاق بھی عطا کیا گیا ہے جو ہر مہذب معاشرے کا اساسی ضابطہ ہے اور رشتوں کا فطری نظام بھی موجود ہے۔ انسان اپنی جبلتوں سے خلاصی تو نہیں پا سکتا لیکن ان کی تطہیر تو کر سکتا ہے۔ جبلتوں کی تطہیر انسان کا اخلاقی فریضہ ہے مگر ڈاکٹر سلیم اختر کے یہاں جبلتوں کی تطہیر کے سارے امکانات مسدود نظر آتے ہیں؛ کیوں کہ اُن کے نظریات سگمنڈ فرائڈ کے نظریات کی توضیح ہیں۔ اپنی نفسیاتی کتاب ادب اور لاشعور میں فرائڈ کی کتاب *Totem and Taboo* کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> تحریم (Taboo) اعصابی خلل نہیں بل کہ معاشرے کی ایجاد ہے "کیوں کہ اس کے خیال میں "غیر متمدن معاشروں میں تحریم توڑنے کے لیے سخت اور کڑی سزاؤں کا خوف ہوتا تھا۔ یہ سزا بالعموم کسی خطرناک بیماری یا موت کی صورت میں ہوتی اور صرف تحریم کا مرتکب ہی ایسی سزا کا مستوجب سمجھا جاتا۔[3]

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-02

ماخذ تحقیقی مجلہ

ڈاکٹر سلیم اختر معاشرے میں آزاد سوچ کے قائل ہیں اور جنس، رسوم وروایات اور تخلیقی اظہار میں کسی طرح کی بے جاپابندی اور تحریمات کے خلاف ہیں۔افسانہ نگاری کے فن میں سعادت حسن منٹو کو بے باک حقیقت نگاری کی بنا پر پیرو مرشد تصور کرتے ہیں ۔ان کے جنسی نفسی افسانوں میں کرداروں کو مروجہ حدودوقیود اور تحریمات کے خلاف بغاوت پر آمادہ دکھایا ہے۔افسانہ "شجر سنگ بار"،"مردہ دھار والی مقراض "اور"کنول کنڈ "اس نوع کی نمایاں مثالیں ہیں۔

"شجر سنگ بار"میں "شجر"جو بزرگ کی علامت تھا،بد فعلی کی مرتکب عورت پر پتھر برسانے والوں کے خلاف ہوااور بستی والوں پر سنگ باری شروع کر دی۔یہاں "شجر سنگ بار"کے پتھر برسانے کا عمل،اُس مجروح نفسی کیفیت کا ردعمل ہے جو افسانہ نگار کے باطن میں جنم لیتی ہے جن کی بنا پر وہ ایک ناکتخدا کے ساتھ یہ ظلم روا رکھنے کو تیار نہیں۔بالکل ایسی ہی صورت حال "مردہ دھار والی مقراض"میں یوں سامنے آتی ہے جب ایسی بدکار عورت کو سزا دینے کے لیے صندوق میں پڑی مقراض سے سب بستی والوں کے سامنے اُس کا سر منڈا دیا جاتا اور بال اسی صندوق میں بند کر دیے جاتے؛حتیٰ کہ افسانے کے اختتام پر اُن عورتوں کو بغاوت پر آمادہ دکھایا گیا ہے۔افسانہ "کنول کنڈ "میں منافقانہ روشوں پر مبنی بظاہر نیک طینت بستی کے لوگوں کے اصلی طرزِ عمل سے نقاب کشائی کی گئی ہے اور بستی بدر ہونے والی فاحشہ کے ساتھ بستی کے لوگوں کو بھی شریکِ جرم قرار دیا گیا ہے لیکن حقیقی زندگی میں یہ طرزِ عملِ محض خواب ہو سکتا ہے۔قاعدہ، قانون اور منضبط طرزِ زندگی انسان کی جبلّت نہ سہی،باشعور معاشرے کی تشکیل میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔شتر بے مہار معاشرے کبھی عزت وتکریم حاصل نہیں کر سکتے۔

تخلیق کار زندگی کا نباض ہوتا ہے اور سماجی تحریمات، تخلیق کار کی سوچ کو آزاد اور بے باک نہیں رہنے دیتیں۔ڈاکٹر سلیم اختر معاشرے میں اس نوع کی پابندیوں پر کڑی تنقید کرتے ہیں؛خواہ ان کا تعلق جنسی عوامل سے ہو یا تخلیقی اظہار پر عائد پابندیوں سے۔افسانہ "افسانہ جو مَیں لکھنا بھول گیا"،"جس رات ستارے ٹوٹے"اور"نادیدہ "اس نوع کی چند مثالیں ہیں۔ تخلیق کار متعین اور بندھے ٹکے راستے پر نہیں چل سکتا۔اس کی سوچ کی کرنیں آزاد فضاؤں میں محوِ سفر ہوں تو شاہ کار تخلیق ہوتے ہیں۔سماجی، سیاسی یا معاشی جکڑ بندیاں تخلیقی زوال اور انحطاط کا باعث بنتی ہیں۔جنرل ضیاالحق کے دورِ مارشل لا میں تخلیقی عمل پر حد سے بڑھی ہوئی پابندیاں اور سنسر شپ کے خلاف افسانہ نگار نے علامتی اسلوب میں احتجاج کیا ہے۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-02



تخلیق کار کی اہمیت، افادیت اور قدر و قیمت کا اظہار افسانہ "جس رات ستارے ٹوٹے" اور "نادیدہ" میں علامتی انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ "نادیدہ" میں عفریت زدہ بستی کی مخلوق سے مراد متشددانہ، غیر منصفانہ اور استحصالی قوتوں کے شکنجے میں جکڑی ہوئی خوف زدہ عوام ہے، جہاں صرف اور صرف تخلیق کار کی تخلیقی روشنی ان کی راہ نمائی کر سکتی ہے؛ کیوں کہ ایسے ظالمانہ نظام میں تخلیق کار نادیدہ عفریتوں کا مقابلہ بذریعہ زبان و قلم کرتا ہے۔ افسانہ "جس رات ستارے ٹوٹے" میں تمثیلی انداز میں متعفن جسم کے مالک مغنّی کو بستی بدر کر کے غار میں مقید کر دیا گیا لیکن فطرت اس پر مہربان تھی اور چاند ستارے بستی والوں سے روٹھ کر مغنّی کے ارد گرد غار میں جمع ہو گئے۔ یہاں تخلیق کار کی ناقدری کو فطرت کی ناقدری قرار دیا گیا، کیوں کہ فطرت خود بھی تو کسی خالق کی تخلیق ہے۔

ان کے افسانوں میں کہیں مرد کی بے حسی اور بے بسی کی تصویریں ہیں تو کہیں عورت کے مکر و فریب، نفسی انتقام اور لذتِ آزار کی داستانیں؛ گویا مکمل نا آسودگی اور گھٹن کی کیفیت ہے جو ڈاکٹر سلیم اختر کے نفسی جنسی افسانوں کے مرد و زن پر طاری ہے۔ معاشرتی ضوابط اور سماجی تحریمات کی بنا پر نا قابلِ تسکین جنسی خواہشات کے غیر فطری طریقہ ہائے تسکین کا اظہار ہم جنسیت پر مبنی افسانوں میں کیا گیا ہے۔ جہاں مرد و زن کا آزاد اختلاط ناممکن ہو وہاں ہم جنس پرستی جڑ پکڑنے لگتی ہے۔ افسانہ "مس احمد بی اے بی ٹی"، "بنجر مرد زرخیز عورتیں"، "خبیث دا پتّر"، "پابندی وقت کے فوائد" اور "بارہواں کھلاڑی" جیسے افسانے اسی رجحان کی نمائندگی کرتے ہیں؛ جن میں زیادہ تر کردار استاد اور استانیوں کے ہیں۔ یہ سب کردار اور واقعات حقیقی ہیں اور افسانہ نگار کے مشاہدات کا حصہ ہیں۔ ان افسانوں میں ڈاکٹر سلیم اختر، حقیقت نگار بل کہ واقعیت نگار تو نظر آتے ہیں لیکن مصلحِ اخلاق کہیں بھی نہیں۔ انھوں نے سگمنڈ فرائڈ کے نظریات کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ چوں کہ فرائڈ اور سلیم اختر کے درمیان ماحول اور تہذیب و تمدن کا تضاد تھا لہٰذا ڈاکٹر سلیم اختر نے ان نظریات کو افسانوں میں اپنے ماحول کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی ہے جس کی وجہ سے ان کے یہاں تضاد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ قارئین اور ناقدین کی طرف سے رد عمل کا سامنا ہوتا ہے جس کا ڈاکٹر سلیم اختر کو بخوبی احساس ہے۔ اس ضمن میں وہ اپنا دفاع یوں کرتے ہیں:

> ۔۔۔ مَیں معاشرے میں ٹیبوز کا قائل نہیں بالخصوص تخلیق کے ضمن میں۔ اس لیے مَیں ان کے خلاف لکھتا رہا ہوں، جس کی بنا پر لوگوں نے مجھے اخلاقیات یا مذہب کے خلاف سمجھ لیا ایسا نہیں ہے اور کوئی بھی انسانی معاشرہ، اخلاقیات اور مذہب کے بغیر زندگی بسر نہیں کر

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-02
ماخذ تحقیقی مجلہ

سکتا۔ افراد کو قابو میں رکھنے کے لیے یہ دونوں بہت ضروری ہے تو بھلا میں ان کے خلاف کیسے ہو سکتا ہوں۔۔۔ یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہیں مجھے۔۔۔ (4)

لیکن ان کے افسانوں میں کردار حدود و قیود کے پابند نہیں دکھائے گئے اور اگر کہیں ہیں بھی تو جبراً اور کراہتاً؛ جس میں ذہنی عدم توازن سے دو چار کرداروں کے مسخ چہرے نظر آتے ہیں۔ "علامتی مرد"، "کانا چور"، "جلے پاؤں کی بلی"، "جن ہتھیلیوں پر سرسوں پھوٹتی ہے"، "بیلنس شیٹ"، "متوازی خطوط"، "خبیث دا پتّر"، "مس احمد بی اے بی ٹی"، "بارہواں کھلاڑی" "ور "تختہ مشق" جیسے افسانوں میں جنس کو سماجی تناظر میں رکھ کر پیش کیا گیا ہے۔ ہر واقعہ کسی نہ کسی معاشرتی عمل کا منطقی نتیجہ ہے اور اپنے اندر معاشرتی پس منظر لیے ہوئے ہے لیکن یہ طے ہے کہ افسانے کا موضوع خواہ کچھ بھی ہو، اس میں زیریں رو جنس ہی کی چلتی ہے۔

ڈاکٹر سلیم اختر کے افسانوں میں کارل گستاؤ ژونگ کی نفسیاتی اصطلاح نخستمثال (Archetype) میں مادرِ عظمیٰ (Great Mother) کا سلبی پہلو، نظریہ اجتماعی لاشعور، مردانہ روح (Animus) اور نسائی روح (Anima) کا عملی اطلاق نظر آتا ہے۔ ان کے اساطیری افسانوں میں یہ دونوں نظریات زیادہ شدت اور گہرائی کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔ ان افسانوں میں مادرِ عظمیٰ کے سلبی پہلو کی نمائندگی، افسانہ "قفس رنگ" (حسین دوشیزہ، جوشِ جنوں میں ڈوبے مصور کو قتل کر دیتی ہے)، "تذکرۂ اشجار" (زن ناہنجار بادشاہ وقت کو پھانس کر اس پر بھاری درخت گرواکر قتل کر دیتی ہے)، "بن آتما"، "پکار" (مردم خور چڑیل روپ بدل کر انسانوں کی شہ رگ میں دانت گاڑ کر ان کا خون پی جاتی ہے)، "شکتی" (ویمپائر جون بدل کر حسین دوشیزہ بن جاتی ہے اور مرد کا سارا خون پی جاتی ہے)، "نیک پروین" (سادہ سی عورت جس نے اپنے وجیہہ اور پرکشش خاوند کو شکنجے میں کس لیا، حتیٰ کہ وہ اس کے ہاتھوں کٹھ پتلی بن کر رہ گیا) جیسے افسانوں میں کی گئی ہے۔ اگرچہ ان افسانوں کے موضوعات اساطیری، معاشرتی اور سیاسی ہیں لیکن ژونگ کے نظریات کے حوالے سے بات کی جائے تو ان افسانوں میں عورت بحیثیت چڑیل، خون آشام، ویمپائر اور مردم خور دکھائی گئی ہے جو مادر عظمیٰ کے نخستمثال کا سلبی پہلو ہے۔

موضوعاتی اعتبار سے یہ اساطیری افسانے مختلف علامات ہیں جو ہمارے معاشرے کے تلخ حقائق کی نشان دہی کرتے ہیں۔ یہ عفریتیں، بلائیں، چڑیلیں اور بھوت پریت معاشرے کے عفریت زدہ، خود غرض، بد دیانت، ہر طرح کی خباثت سے بھرپور ہر طبقے کے نمائندے ہیں جن میں ملّا بھی ہیں اور واعظ بھی؛ سیاست دان بھی اور حکم راں بھی؛ جاگیر دار بھی اور تاجر اور سرمایہ دار بھی۔ یہی لوگ ہیں جن سے بستی (ملک) کے عوام خوف زدہ ہیں اور بے

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-02
ماخذ تحقیقی مجلہ

زار بھی۔ان اساطیری افسانوں میں متنوع اساطیری عناصر مثلاً بھوت ، چڑیل، سانپ ، جنگل ، پر اسرار درخت ، تاریکی، اماوس کی رات ، جادو ٹونہ اور تعویذات ،نارسس کی خود پسندی، دراصل اساسی نقش ہیں جو ہمارے اجتماعی لاشعور کا لازمی جزو ہیں اور نسل در نسل فروغ پا کر ہماری تہذیبی زندگی کا حصّہ بن چکی ہیں۔

کارل گستاؤ ژونگ کی اصطلاح، مردانہ روح (Anima)اور نسائی روح(Animus) کو افسانہ "جنم روپ" میں نارسس (نرگس) قدیم یونانی اصطلاح کے استعمال سے واضح کیا گیا ہے؛ جس میں نارسس اپنے ادھورے وجود کی تکمیل چاہتا ہے جو نسائی روح سے ہی ممکن ہے۔ سمندر کی لہروں میں اس کا گم ہونا دراصل نسائی روح کے ساتھ مل کر تکمیل ذات کا درجہ پالینا ہے:

> ہر مرد میں عورت کی روح ہوتی ہے اور ہر عورت میں مردانہ روح ہوتی ہے۔۔۔ شخصیت میں توازن کے لیے۔۔۔ دیکھو! اگر تم میں صرف مردانہ روح ہو تو تم کرخت، اجڈ اور بے ڈھنگے پن سے زندگی گزارو گے مگر یہ دوسری زنانہ روح ہی ہے جس کی بدولت تم میں دل ربائی، محبت اور تخیل پیدا ہوتا ہے۔(5)

ہر مرد کے لاشعور میں عورت اور عورت کے لاشعور میں مرد کا نخستمثال موجود ہوتا ہے جو ان کی باہمی تکمیل کا ضامن ہوتا ہے؛ بقول کارل گستاؤ ژونگ:

> مرد کے لاشعور میں ایک نسائی پیکر ہوتا ہے جس کا اس کی زندگی پر گہرا اثر ہوتا ہے اسی طرح ہر عورت کے لاشعور میں ایک مردانہ پیکر ہوتا ہے۔۔۔ مرد کی شعوری زندگی ان کے حوالے سے متشکل ہوتی ہے اور وہ معاشرے میں اپنی جگہ بنانے کے لیے سرگرم ہوتا ہے۔اس کارروائی میں وہ اپنے نفس کے نسائی پہلوؤں کو دباتا چلا جاتا ہے۔اس صورت میں عورت کی تمثال ابھر کر اس کی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے۔۔۔ زندگی کے نسائی پہلو میں جذباتی ،وجدانی اور غیر عقلی عناصر کار فرما ہوتے ہیں مگر مردانہ شعور ان سے پوری طرح آگاہ نہیں ہوتا۔۔۔ لاشعور کے نسائی اصول کو اگر قبول کر لیا جائے تو وہ مردانہ شعور کو مکمل کرتا ہے۔(6)

الفریڈ ایڈلر کے زیر اثر احساس کمتری، احساس محرومی، اجتماعی اعصابی خلل جیسے نفسیاتی عوارض پر بھی افسانے قلم بند کیے۔ افسانہ " چالیس منٹ کی عورت "کی" گونگی آپا"،"توتا کہانی" کی "بیگم جمال "،"کھونٹا

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-02



"کی "مفلوج مگر فیشن زدہ بیوی"، "جلے پاؤں کی بلی"کی "نعیمہ"، "بسیرے دی جورو"کی "بسیرے کی بیوی"، "بکری "کی "زرینہ"، "آئینہ "کی" نگار"، "روشن دن کا تاریک رات میں سفر "میں "جمیلہ کا خاوند" اور "علامتی مرد" کا"خوش بخت "جیسے کردار، انھی نفسیاتی عوارض کے نمائندہ ہیں۔

Fetishismنفسیاتی عارضہ ہے جس میں مریض جسم کے کسی مخصوص حصّے یا عضو سے خاص رغبت اور انسیت رکھنے لگتا ہے۔ڈاکٹر سلیم اختر نے افسانہ "پاؤں کی جنت" اور "گریز پا"میں (Foot Fetishism)کی نفسیاتی کیفیت کا افسانوی اسلوب میں اظہار کیا ہے۔"پاؤں کی جنت"میں ماں کی تیمارداری اور خدمت کرتے کرتے بیٹے کو پا پرستی کی بیماری لاحق ہو جاتی ہے۔ یہاں بیٹے کا ماں سے والہانہ محبت دراصل باپ کے سخت گیر رویے کے خلاف ردعمل اور ماں کی شخصیت میں اپنے لیے تحفظ اور پناہ کے اصول کا محرک ہے؛جب کہ افسانہ "گریز پا"میں مرد بطور عاشق، پا پرستی کا شکار ہو کر اپنی محبوبہ کے پاؤں توڑ دیتا ہے۔اس سلسلہ میں افسانہ "سنڈریلا"کا نام بھی لیا جا سکتا ہے؛ جس میں لمبے، کالے اور بدوضع پاؤں، احساس کم تری کا باعث بنتے ہیں۔اس افسانہ سے ڈاکٹر سلیم اختر نے انسانی زندگی کی حقیقت اور پریوں کی کہانیوں کی فینٹسی میں بُعد کو بطورِ خاص اجاگر کیا ہے۔

ہر افسانہ اپنے اندر کوئی نہ کوئی نفسیاتی رمز یا عارضہ لیے ہوئے ہے۔انھوں نے کمال مہارت سے پیچیدہ اور ادق نفسیاتی مسائل کو سادہ اور سہل اسلوبِ نگارش کے ساتھ افسانوں میں ضم کر دیا۔یہاں اُن کی افسانہ نگاری اور نفسیات دائی متصل نظر آتی ہیں کہ انھوں نے شعور، لاشعور، نرگسیت، احساس کمتری و محرومی، عصبانیت، خبیت، پا پرستی ، لذتِ آزاراور اذیت پسندی جیسی پیچیدہ نفسیاتی اصطلاحات کو افسانہ" علامتی مرد" ، " آئینہ "،"جنم روپ"،"بسیرے دی جورو"، " تخلیق "، " گریز پا"، "پاؤں کی جنت"، "سنڈریلا"، "آئینہ تکرارِ تمنا"، "خاموشی کا کیپسول"میں آسان پیرائے میں بیان کر کے عام انسان کے معمولاتِ زندگی سے پردہ اٹھایا ہے اور بظاہر نارمل نظر آنے والے انسان کی ابنارملٹی، عصبانیت اور ڈیپریشن کا اظہار کہانی کی شکل میں کر دیا ہے جس کی تفہیم بھی آسان ہے اور تاثیر بھی دوچند۔

ڈاکٹر سلیم اختر کے افسانوں میں انسانی شخصیت میں خوف اہم ترین محرک کے طور پر استعمال ہوا ہے ؛ جس کے مختلف روپ ہیں ۔افسانہ "نادیدہ"، "محاذ ۱۹۷۱ "، "آئینہ تمثال دار تھا"، "جرس غنچہ "، "روشن دن کا تاریک رات میں سفر "، "تیرھواں برج"، "سب کہاں ؟ "، "نادیدہ"، "بچھو سے ملاقات "جیسے افسانے گوناگوں خوف کے مظاہر ہیں۔ خوف کا ہر روپ، افسانہ نگار کے نہاں خانوں سے جھلکتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ یہ ڈاکٹر سلیم اختر

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-02
ماخذ تحقیقی مجلہ

کی شخصیت کے اندر کا لاشعوری خوف ہے جو بطور قوی محرک افسانہ نگار کے ذہن اور تخیل میں جلوہ گر ہو کر تخلیق کا باعث بن رہا ہے۔عدم تحفظ کا خوف، تنہائی کا خوف، نادیدہ طاقتوں کے غالب آ جانے کا خوف، بڑھاپے میں بے کسی کا خوف، موت کا خوف؛ الغرض خوف کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے۔یہ خوف ذاتی ہیں جو ڈاکٹر سلیم اختر کے لاشعور کی گہرائیوں سے نکل کر تخلیقی سطح پر نمودار ہوئے؛بقول ڈاکٹر سلیم اختر:

> کچھ خوف مری شخصیت کا لازمی حصّہ ہیں، جن سے مَیں چاہوں بھی تو خلاصی نہیں پا سکتا۔یہ خوف لاشعوری طور پر میری تحریر میں آئے ہیں اور افسانوں میں اظہار پا گئے ہیں۔(7)

اس لاشعوری خوف کا اظہار ان کے یہاں مافوق الفطرت عناصر ،اساطیری روایات سے متعلق موضوعات، کردار و واقعات میں ہوا ہے۔جن بھوت، روح، چڑیل، بچھل پائیوں، آ گیا بیتال، جادو ٹونے اور آکلٹ (Occult) سے متعلق کتابوں کا مطالعہ کیا اور ان موضوعات پر افسانے بھی قلم بند کیے۔بچپن میں والدہ کی طرف سے سنائے گئے جنوں، بھوتوں، پریوں اور چڑیلوں کے پر اسرار اور سنسنی خیز قصے؛پونا اور انبالہ میں مافوق الفطرت عناصر، تحیر خیز ماحول کے تذکرے اور ان سے وابستہ خوف، اُن کی شخصیت کا حصہ بن گئے؛اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> بچپن کے ان واقعات کے اعصابی اثرات، تحت الشعور میں جاگزیں رہے اور جب لکھنے کا آغاز ہوا تو انھوں نے تخلیقی محرک کی صورت اختیار کر لی،اسی طرح ان واقعات سے مشروط خوف بھی میری شخصیت پر اثر انداز ہوتا رہا ہے، میرے متعدد افسانوں میں بلا واسطہ یا بالواسطہ طور پر،اسی خوف نے افسانوی دنیا کی تشکیل کی ہے،خالص جنسی افسانوں سے قطع نظر میرے بیش تر افسانے کسی نہ کسی سطح پر خوف ہی کا مطالعہ ہیں۔(8)

افسانہ "پکار"، "شکتی"، "جنوں کی رات"، "لہو کی چھچھاہٹ"، "سائے کی طرح ساتھ پھریں"، "اماوس"، "تذکرۂ اشجار"، "پھن پھول"، "بن آتما" جیسے اساطیری افسانے،افسانہ نگار کے لاشعوری خوف کا اظہار ہیں۔ان افسانوں میں ڈاکٹر سلیم اختر کرداروں کے جسمانی اعضا کی خوب قطع و برید کرتے ہیں،اُن کا سے نہ چیرتے ہیں، دل نکالتے ہیں اور شہ رگ سے خون کے فوارے جاری کرتے ہیں۔یہ افسانہ گار کے اندر کا خوف ہے جو جارحانہ انداز میں منظر عام پر آتا ہے؛کیوں کہ نفسیاتی طور پر خوف کا بہترین اظہار جارحیت کی صورت میں ہو سکتا ہے لہٰذا یہاں افسانہ نگار نے خوف کا باعث بننے والے کردار و واقعات سے جارحانہ عمل کے ذریعے خوب خوب انتقام لیا ہے۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-02
ماخذ تحقیقی مجلہ

افسانہ "سب کہاں؟"، "نادیدہ" اور "بچھو سے ملاقات" جیسے افسانے معاشرتی عدمِ تحفظ، افرادِ معاشرہ کی بے بسی اور بے کسی اور اَن دیکھے خطرات کے غالب آجانے کے خوف کے مظاہر ہیں۔ "بچھو سے ملاقات" میں بچھو، سانپ اور گدھ جیسی علامات معاشرے کے طاقت ور اور شرپسند عناصر کے لیے استعمال کی گئی ہیں جو انسان کے لیے باعثِ آزار ہیں۔ "سب کہاں؟" میں انسان کے اجتماعی خوف، معاشرے میں متشددانہ رویوں اور کمزور انسان کی بے بسی کا تذکرہ ہے جہاں انسان ہی انسان کے لیے کلفت و آزار کا باعث بنتا ہے۔ اندھیری رات میں، کمرے میں موجود تنہا شخص، بھاری بوٹوں کی چاپ سے خوف زدہ ہو جاتا ہے، معاشرتی عدم تحفظ کے خوف کی نشان دہی کرتا ہے۔ "نادیدہ" میں یہی تخریبی اور شرپسند عناصر عفریت کی صورت میں سامنے آتے ہیں اور معاشرے میں بے چینی و بے اطمینانی کا باعث بنتے ہیں۔

اُن کے یہاں ضعف العمری اور اس سے وابستہ بے بسی و بے کسی کے خوف کا علامتی اظہار بھی نظر آتا ہے۔ افسانہ "پیر تسمہ پا"، "حاتم طائی کا زوال" اور "خوشبو کا اسیر" میں عرب کے قبیلہ طے کا بہادر، جنگ جُو اور مہم جُو (حاتم) تمام تر مہم جوئیوں اور کامیابیوں کے باوجود پیری کے ہاتھوں شکست کھاجاتا ہے اور وہ نڈھال، تھکاماندا اور مایوس نظر آتا ہے۔ "پیر تسمہ پا" داستان الف لیلیٰ کا وہ کردار ہے جو آدمی پر سوار ہو جائے تو اترتا نہیں۔ اسی عنوان کے تحت ڈاکٹر سلیم اختر نے حاتم کو "پیر تسمہ پا" قرار دیا جو بڑھاپے میں کمزوری کے باعث ندی پار کرنے کے لیے نوجوان کے کندھوں پر سوار ہو جاتا ہے۔ افسانہ "حاتم طائی کا زوال" اور "خوشبو کا اسیر" میں بھی حاتم کی علامت بڑھاپے کی بے بسی اور بے کسی کے لیے استعمال ہوئی ہے؛ جب کہ "جیون جَل" میں اولاد جیسی نعمت سے محرومی کی بنا پر اُسے شکستہ حال اور مایوس دکھایا گیا ہے۔ یہاں افسانہ نگار کے ہاں بڑھاپے کے لاشعوری خوف کا تخلیقی اظہار ہوا ہے جو بظاہر پر سکون، شانت اور اپنے حال میں مطمئن رہنے والے، چوراسی سالہ، ڈاکٹر سلیم اختر کے نہاں خانوں سے جھلکتا ہے۔

ڈاکٹر سلیم اختر کے افسانوں میں معاشرتی عدم تحفظ، انسان کی بے بسی، یاسیت، خیبت، ان دیکھے اور ان جانے خطرات کے حوالے سے بھی خوف کا علامتی اظہار نمایاں ہے۔ ایک ایسا معاشرہ جہاں طاقت ور، کمزور پر ہر طرح کا ظلم روا رکھتا ہو، اس کے حقوق کا استحصال کیا جاتا ہو۔ افسانہ "بچھو سے ملاقات"، "نادیدہ"، "سب کہاں؟"، "خیابانِ پاک جہاں"، "کوہ بے اماں" جیسے افسانوں میں ہر شخص باطنی خوف کا اسیر ہے۔ وہ کسی کے ساتھ مستحکم، دیرپا اور قابلِ اعتماد تعلقات استوار نہیں کر سکتا جس کا نتیجہ تنہائی، مایوسی اور خیبت کی صورت میں نکلتا ہے۔ سیاسی عدم

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-02
ماخذ تحقیقی مجلہ

توازن، جابرانہ نظام، معاشی استحصال، سماجی ناانصافیاں، طبقاتی عدم توازن ہی وہ عفریتیں ہیں جو معاشرے میں فرد کو عدم تحفظ کے خوف کا اسیر بنائے رکھتی ہیں۔

خوف کے نفسیاتی محرکات اور ان کی توجیہہ میں نائٹ میئر (ڈراؤنے خواب) کی اہمیت مسلّم ہے۔ فرائڈ کے نظریہ لاشعور کے مطابق، جس سوچ، خواہش، پریشانی، اعصابی دباؤ یا الجھن کو شعوری طور پر دبا دیا جائے وہ لاشعور میں جاگزیں ہو جاتی ہیں اور متنوع انداز میں ان کا لاشعوری اظہار ہوتا رہتا ہے، اس کی ایک صورت خواب بھی ہے۔ اساطیری اور مافوق الفطرت مظاہر کی نفسیاتی توجیہہ کے پس پشت بھی خواب ایک غالب عنصر کی حیثیت رکھتا ہے۔ نسلِ انسانی اپنی تہذیبی زندگی کی ابتدا سے ہی ان عناصر سے خوف زدہ ہے اور یہ خوف اس کے اجتماعی لاشعور میں اس حد تک سرایت کر گیا ہے کہ ڈراؤنے خوابوں کی صورت میں آج بھی ان کی موجودگی، طاقت اور غلبے کا اظہار ہوتا ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر کے کئی افسانوں میں نائٹ میئرز (ڈراؤنے خوابوں) کا تذکرہ ہے بل کہ بعض افسانوں کا تو آغاز ہی نائٹ میئر سے ہوتا ہے۔ "محاذ ۱۹۷۱ء"، "روشن دن کا تاریک رات میں سفر"، "لکھا بادِ سموم نے" اور "آئینہ" جیسے افسانوں کے کردار نائٹ میئر کے زیرِ اثر ہیں اور اُن کی تشنہ تکمیل خواہشات جو حقیقی زندگی میں متنوع رکاوٹوں کی بنا پر تکمیل تک نہ پہنچ سکیں؛ ان کا اظہار خوابوں کی صورت میں ہوا ہے۔ افسانہ "روشن دن کا تاریک رات میں سفر" کا کردار بچپن میں ماماتا سے محرومی کے نتیجے میں احساسِ محرومی اور عدم تحفظ کا شکار تھا جس کا اظہار ڈراؤنے خوابوں کی صورت میں ہوتا؛ حتیٰ کہ بیٹے کی پیدائش کو ذہنی طور پر قبول نہ کر سکا اور عمر بھر نائٹ میئر کا شکار رہا۔ "آئینہ" اور "سنڈریلا" میں کرداروں کے ناآسودہ خواہشات کی تکمیل خوابوں کے ذریعے ہوئی ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر افسانوں میں نائٹ میئرز کے حوالے سے لکھتے ہیں: "جوانی میں مَیں خود بھی نائٹ میئرز کی زد میں رہا ہوں جس افسانوں میں مَیں نے نائٹ میئر کی عکاسی کی وہ سب حقیقی تھے ساختہ نہ تھے۔"(9)

ڈاکٹر سلیم اختر دولخت شخصیت (Dual Personality) کے حامل ہیں۔ ان کی شخصیت باہم متضاد اور متصادم رجحانات و میلانات کا منبع ہے؛ انھیں خود بھی اس امر کا اعتراف ہے:

> آٹھویں جماعت تک میری شخصیت کا جو بھی برا بھلا خاکہ بننا تھا وہ بن چکا تھا، البتہ اس میں رنگ آمیزی ذاتی کاوش سے کی! ایسے رنگ جو متضاد رجحانات و میلانات، متناقض رویوں و قرینوں اور بحران آسا احساسات و جذبات پر مبنی ہیں۔(10)

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-02
ماخذ تحقیقی مجلہ

انھی متصادم اور متضاد رجحانات کا اظہار ان کی افسانوی تخلیقات میں نظر آتا ہے۔ وہ کہیں عورت کے حسن پر فریفتہ ہیں اور کہیں اس سے بے زار؛ کہیں اُسے خوب صورت ترین پیکر میں ڈھالتے ہیں اور کہیں بے ڈھب ،بے ڈھنگا اور بدہیئت وضع قطع کی حامل متصور کرتے ہیں۔ "قفسِ رنگ"، "پریاں قطار اندر قطار"، "ہر اک خواہش پر"، "موہنی"، "جنم روپ"، "کاناچور" اور "سویٹ ہارٹ" جیسے افسانوں میں عورت اپنے حسین ترین روپ میں دکھائی گئی ہے جب کہ "کاسانوا ۱۹۷۲ء"، "بسیرے دی جورو"، "علامتی مرد"، "نیک پروین" جیسے افسانوں میں عورت کا بے ڈھنگا پن عروج پر نظر آتا ہے۔ کہیں وہ عورت پر اس حد تک فریفتہ ہیں کہ پری پیکر کو خواب میں دیکھنے کے بعد اپنی آدھی زندگی اس کے نام کر دینا چاہتے ہیں۔ وہ اس بات کے معترف ہیں کہ انھوں نے بہت سے عشق محض لڑکیوں کے حسین ہونے کی وجہ سے کیے؛ جنھیں عورت میں آدھی کشش محض اس کی آواز میں محسوس ہوتی ہے لیکن زن بے زار اتنے کہ عورت کی صحبت ہی سے اکتاہٹ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ دراصل وہ صرف حسن کے شیدائی ہیں اور بدصورتی سے متنفر؛ حتیٰ کہ کالی رنگت والی نوکرانی گھر میں نہ رکھنے دی۔ بیوی کی بے ماری کی صورت میں خود آٹا گوندھا اور تنور سے روٹیاں لگوائیں۔

حسن پرستی چوں کہ شخصیت کا خاصہ ہے اس کے لیے کڑا معیار بھی بنایا۔ بدصورت ،بے ڈھنگی اور بدہیئت عورتیں ان کے اعصاب پر منفی انداز سے اثر انداز ہوئیں۔ اس ضمن میں متضاد رجحانات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ایک طرف ضبط بلکہ ضبط کی فصیل کا یہ عالم کہ اس کے حصار میں خود کو مونث سے محفوظ رکھا، دوسری جانب حسن پرستی کا یہ عالم کہ خوب صورت چہرہ دیکھنے پر یوں محسوس ہوتا ہے گویا میری عینک کے شیشے تڑاک سے ٹوٹ گئے ہوں۔ (12)

اگرچہ حسن اُن کے اعصاب پر فوری طور پر اثر انداز ہوتا ہے لیکن وہ خود شعوری طور پر اُس کے اظہار پر پابندی لگا دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ کشش اور تاثر ان کے لاشعور میں جاگزیں ہوتا ہے اور تخلیقات میں نمو پذیر ہوتا ہے۔

انھی متضاد اور متصادم رجحانات و میلانات میں سے فلسفہ جبر و قدر پر ان کا اعتقاد بھی ہے۔ افسانہ "جبلِ ممنوعہ" میں وہ محنت شاقہ، عزم و ہمت اور مستقل مزاجی کے بل پر انسان کو بلندیوں کی راہ سمجھاتے ہیں اور ان کا مطمحِ نظر ہوتا ہے کہ اولوالعزمی اور بلند ہمتی ہی اصل زندگی ہے اور تدبیر کے آگے تقدیر بے بس ہو جایا کرتی ہے لیکن "

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-02
ماخذ تحقیقی مجلّہ

تیرھواں برج"، "مقدر ساز"، "ہر اک خواہش پر" اور "حاتم طائی کا زوال" جیسے افسانوں میں انسان کو تقدیرِ محض کا پابند دکھایا گیا ہے۔ "جبلِ ممنوعہ" اور "دھرتی کی زنجیر" میں محنت، کدوکاوش اور جدوجہدِ مسلسل کا پیغام دینے والے ڈاکٹر سلیم اختر یہاں یاسیت پسند، تقدیرِ محض اور فلسفہ جبر کے آگے بے بس نظر آتے ہیں؛ بل کہ "تیرھواں برج" میں تو بدنصیب لوگوں کو تیرھویں برج (برج ہول) کے زیرِ سایہ شمار کرتے ہیں:

> تمام لوگوں کے مقدر سیاروں، ستاروں کی چال اور ان کے برجوں کے مطابق ہوتے ہیں۔ جدی، دلو، حوت، حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب اور قوس یہ عام لوگوں کے لیے ہیں مگر کچھ لوگ سوریہ، چندرماں، راھو اور کے تو سے الگ زندگی گذارتے ہیں۔ کیوں کہ کچھ لوگ ہمیشہ منحوس ہی ثابت ہوتے ہیں۔ اپنے لیے بھی اور دوسروں کے لیے بھی، کچھ ہمیشہ ذلیل وخوار ہوتے ہیں۔ کچھ سدا کے روگی تو کچھ آتما تپیا کرتے ہیں۔ کوئی ظالم، کوئی مظلوم۔ ایسے لوگ عام لوگوں کے بارہ برجوں سے ہٹ کر تیرھویں برج کے زیرِ اثر ہوتے ہیں۔(13)

یہی عقیدہ، افسانہ "مقدّر ساز" میں کالے ہاتھ کی علامت کی صورت میں انسانی تقدیر کے فلسفے کی ترجمانی کرتا ہے۔ جب کہ افسانہ "ہر اک خواہش پہ" میں دھوبی کے گدھے نے اپنی خواہش کے مطابق طاقت ور نوجوان، حسین دوشیزہ اور دیوتا کے تین جون بدلے لیکن اس کی بد بختی ہمیشہ اس کے ساتھ رہی اور ہر جون میں اُسے مصائب و آلام اور پریشان حالی کا ہی سامنا کرنا پڑا؛ حتیٰ کہ وہ دیوتا کے مندر میں جاکر پھر سے گدھا بننے کا آرزومند ہوا لیکن اس کی بدقسمتی کی انتہا دیکھیے کہ وہ پھر گدھے کی جون میں بھی واپس نہ آسکا۔

ڈاکٹر سلیم اختر کے یہاں امید اور ناامیدی، یاس و آس باہم متصل نظر آتے ہیں جو ان کی شخصیت کے متضاد رجحانات کے آئینہ دار ہیں۔ افسانہ "جبلِ ممنوعہ"، "اماوس" اور "کاجل بن" میں ان کا نقطہ نظر امید افزا ہے کہ اندھیروں کے بعد اجالے اور مصائب و آلام کے بعد آسانیاں جنم لیتی ہیں۔ "جبلِ ممنوعہ" میں دور نزدیک پہاڑ، محنتِ شاقہ سے سر کر لیا جاتا ہے۔ "اماوس" میں ننھا سا بچہ رات کی تاریکی میں مینارہ نور بن جاتا ہے۔ "کاجل بن" میں کوے جگنوؤں میں تبدیل ہو کر روشنی بکھیرتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ ان کے افسانوں میں یاسیت پسندی اور قنوطیت بھی عروج پر نظر آتی ہے۔ افسانہ "کوہ بے اماں"، "بچھو سے ملاقات"، "تخلیق"، "خیابانِ پاک جہاں" اور "لہو کی چہچہاہٹ" جیسے افسانوں میں ان کی مایوسی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے جس کے پس پشت محرکات میں سیاسی ہتھکنڈے

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
**Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-02


،لا قانونیت، معاشرتی ناانصافیاں، منافقت، نفسا نفسی، مفاد پرست عناصر کا غلبہ، خود غرضی پر مبنی رویے اور بد عنوانی جیسے عناصر شامل ہیں جن کی بنا پر وہ قنوطیت کا شکار ہیں اور مردم بے زار بھی؛ ان کا خیال ہے:

> پاکستان کے منافق، کرپٹ، پر آلائش، خود غرض اور بے بنیاد معاشرے میں صاف ستھری زندگی بسر کرنا نائٹ میئر کے مترادف ہے۔ ہوش سنبھالتے ہی مَیں نے خود کو نائٹ میئر میں پایا اور اب بھی یہی عالم ہے ۔مَیں خوب صورت خواب دیکھنے والا ٹین ایجر تھا۔اس معاشرے نے مجھے قنوطی بنا کر میری سوچ کو منفی بنا دیا۔اس معاشرے نے مجھ سے میرے خواب چھین لیے ہیں۔ مَیں Introvert تو تھا ہی، اب مردم بے زار بھی ہو چکا ہوں۔[(14)]

"جبلِ ممنوعہ"، "اماوس" اور "کاجل بن" میں ڈاکٹر سلیم اختر پر امید نظر آتے ہیں کہ اندھیروں کے بعد اجالے شروع ہو سکتے ہیں۔ یہاں ان کی یاسیت پسندی اور قنوطیت امید میں بدل جاتی ہے۔ "اماوس" میں چھوٹا سا بچہ روشنیوں کا مینارہ بن جاتا ہے۔ "کاجل بن" میں کوے جگنوؤں میں بدل کر روشنی دیتے ہیں۔ "جبلِ ممنوعہ میں"، دور نزدیک پہاڑ؛ محنتِ شاقہ سے سر کر لیا جاتا ہے۔

علامات اور ان کا استعمال از منہ ءقدیم سے آج تک، ادبی میدان میں مختلف اصناف نظم و نثر کا جزوِ لازم رہا ہے۔ یہ علامات نسل در نسل صفحہ قرطاس پر منتقل ہوتے ہوئے ہم تک پہنچی ہیں۔ عہد قدیم سے موجودہ دور تک رسائی ان کی زندگی اور تسلسل کی مختلف کڑیاں ہیں۔ڈاکٹر سلیم اختر کے افسانوی ادب میں جن علامات کا تواتر سے استعمال ملتا ہے ان میں بستی، کاٹھ، جبل، کوہ (پہاڑ)، شجر، حاتم، پانی، بچھو، زمین اور سیاہ رنگ قابلِ ذکر ہیں۔ان کے افسانوں میں یہ علامات روایتی مفہوم میں نہیں بل کہ جدّت اور انفرادیت کے ساتھ نئے مفاہیم میں ڈھل کر استعمال ہوئی ہیں۔ بستی کا ذکر بیس افسانوں میں کیا گیا ہے جہاں بہ ظاہر نیک طینت، پارسا اور متقی لوگ بستے ہیں لیکن اندرونِ خانہ کسی نہ کسی اخلاقی بے ضابطگی کا شکار ہوتے ہیں جس کا نتیجہ تباہی کی صورت میں بستی والوں کو بھگتنا پڑتا ہے۔ بستی سے مراد ہمارا ملک اور معاشرہ ہے جہاں عوام الناس، استحصالی قوتوں کے ہاتھوں خوف وہراس کا شکار ہیں۔ "عذاب میں گرفتار بستی"، "اور بستی"، "نادیدہ"، "اختتام"، "پانچویں کھونٹ" اور "شاہی دستر خوان" جیسے افسانوں میں حکم راں طبقے کے عوام پر ڈھائے جانے والے مظالم، جبر و بربریت، استحصال اور نتیجتاً عوام کی بے بسی، مایوسی اور فراری کیفیت کا علامتی اظہار کیا گیا ہے۔ ان موضوعات کو کہیں بستی میں قحط کی صورت میں، کہیں سے لاب کی صورت میں اور کہیں بستی میں موجود کفن چور کی صورت میں دکھایا گیا ہے۔ افسانہ "لکھا باد سموم میں" میں بستی کے بے شعور

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-02

ماخذ تحقیقی مجلہ

،بے بصیرت اور عاقبت نااندیش لوگوں کا المیہ جو اپنے ساتھ رہنے والے زیرک اور کھرے آدمی کا وجود برداشت نہیں کر سکتے۔

"کاٹھ" کی علامت تسلسل کے ساتھ افسانہ "کاٹھ نگر"، "کاٹھ نگر میں پتلی تماشا"، "کاٹھ کا شہر"، "کاٹھ کی عورتیں"، "احمق کٹھ پتلی" اور "کٹھ پتلی" میں استعمال ہوئی ہے۔ کاٹھ سے مراد لکڑی ہے جو احساسات و جذبات سے عاری ہوتی ہے۔ جس سے کٹھ پتلیاں بنتی ہیں جو بے بس اور بے اختیار ہوتی ہیں اور جن کے ساتھ بندھی ہوئی ڈور کا سرا کسی اور کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ "کاٹھ نگر"، "کاٹھ نگر میں پتلی تماشا" اور "کاٹھ کا شہر" جابر اور غالب پسند حکمرانوں کے ہاتھوں عوام کی بے بسی کی علامات ہیں جو اپنی استحصال پسندی کی بنا پر عوام کو کٹھ پتلی بنا کر انگلیوں پر نچاتے ہیں؛ جہاں اُن کے حقوق سلب کیے جاتے ہیں۔ انھیں حق خود ارادیت نہیں دیا جاتا۔ آزادی رائے اور آزادی گفتار و عمل سلب کر لیا جاتا ہے۔ "کاٹھ کی عورتیں" اور "احمق کٹھ پتلی" میں یہی خصوصیات، عورت کی بے بسی اور بے اختیاری میں منتقل ہو جاتی ہیں جہاں پدر سری معاشرے میں عورت کی حیثیت مرد کے ہاتھوں کٹھ پتلی سے کسی طور کم نہیں۔ وہ عمر بھر مرد کے اشاروں پر ناچتی ہے۔ اس کی گھٹی میں ازل سے مرد کی محکومیت کا خمیر ڈال دیا گیا ہے۔

کوہ، جبل (پہاڑ) کی علامت اولوالعزمی، بلند ہمتی اور حوصلہ مندی کے طور پر استعمال ہوئی ہے۔ افسانہ "جبل ممنوعہ" میں پہاڑ، باہمت اور خواب دیکھنے والوں کی آرزوؤں کا مسکن تھا۔ اُس کے اندر عجیب سا نور تھا، دھنک تھی اور شیریں لب و لہجے میں اپنی طرف بلاوا تھا۔ گویا وہ پہاڑ حرکت و عمل کا پیغام لے کر آیا۔ وہ خواہشات، تمناؤں اور کامیابیوں کے لیے ان تھک محنت کا محرک تھا۔ "کوہ بے اماں" میں بستی سے دور پہاڑ کی چوٹی انسان کا والہانہ استقبال کرتی ہے جو پھولوں سے لدی ہوئی اور خوشبو سے معطّر ہے۔ گویا پہاڑ کی بلندی انسان کے لیے باعث فرحت و تسکین ہے۔ یہاں پہاڑ انسانوں کے لیے مہربان پناہ گاہ کی علامت کے طور پر آیا ہے۔

شجرِ سایہ دار تھکے ماندوں کے لیے راحت و طمانیت کا ذریعہ ہے انھی خصوصیات کی بدولت "شجر" کی علامت اساطیری روایات میں سرپرست، بزرگ، دست گیر اور منصف کے طور پر استعمال ہوئی ہے۔ "شجر سنگ بار" اور "تذکرہ اشجار" میں "شجر" کو انھی خصوصیات کا حامل دکھایا گیا ہے۔ "شجر سنگ بار" میں بستی کے اہم ترین فیصلے جس شجر تلے کیے جاتے تھے اور عورت کو سنگ باری کی سزا ملنے کے بعد یہی شجر بستی والوں کی سنگ باری کا باعث بنا۔ گویا "شجر" نے منصف اور بزرگ ہونے کا حق ادا کر دیا۔ "تذکرہ اشجار" میں یہی شجر زن ناہنجار اور نئے بادشاہ کو "کجلی بن" کے اُس مقام پر اُچک لیتا ہے جہاں بادشاہ وقت کو قتل کیا گیا تھا۔ یہاں شجر کا اساطیری روپ بھر کر دونوں

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-02
ماخذ تحقیقی مجلہ

کو نگلنا بدی کی طاقتوں کو سلب کرنا ہے۔ شجر کے یہ دونوں اساطیری روپ بدی کے خلاف فطرت کے دو علاحدہ علاحدہ ذرائع انتقام ہیں۔اس ضمن میں افسانہ " کھجوروں کا موسم " کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔یہ افسانہ جو ضیاء الحق کی "اسلامائزیشن" کے خلاف کھجور کے درخت کی علامت کے حوالہ سے قلم بند کیا گیا تھا اپنے اندر تاریخی صداقت کا حامل ہے۔اس افسانہ میں جو تخلیق کار کھجوروں کے درخت سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں وہ دراصل افسانہ میں ضیا کے دور میں پنپنے والی ملائیت کے خلاف رد عمل کا تخلیقی اظہار ہے۔

"حاتم " کی علامت عرب اساطیری روایات میں فیاض، بہادر، جنگ جو اور مہم جو کے لیے مستعمل ہے ۔ڈاکٹر سلیم اختر نے بھی اپنے پانچ افسانوں"حاتم طائی کا زوال" ،"پیر تسمہ پا"،"لکھا باد سموم نے "،" جیون جل "،"خوشبو کا غلام"میں "حاتم "کو انھی خصوصیات کا مالک دکھایا ہے لیکن اس کے زوال اور بے بسی و بے کسی پر مشتمل انجام کی طرف بھی واضح اشارے کیے ہیں۔ کہیں بڑھاپے کے ہاتھوں، کہیں بے اولادی کی بدولت اور کہیں عورت کی خوشبو کا اسیر ہو کر اسے زوال و نکبت کا شکار دکھایا گیا ہے۔یوں تو ڈاکٹر سلیم اختر کے اکثر افسانوں میں صحرا کے ساتھ تلازمہ کے طور پر"زہر بھری مالا لے بچھوؤں"کا بھی ذکر ملتا ہے لیکن بچھو کی علامت اپنی تمام تر معنویت اور پہلو داریوں کے ساتھ افسانہ "بچھو"میں موجود ہے جو معاشرے میں منافق،بد کردار اور بچھو صفت لوگوں کے لیے استعمال کی گئی ہے۔ جسے کسی رشتے کا لحاظ نہیں؛ حتیٰ کہ دوستی جیسے پر خلوص رشتے کو بھی ڈنک مار دیتے ہیں۔افسانہ "بچھو سے ملاقات"میں بچھو صحرا میں چلتے تنہا مسافر کے لیے زہر بھری مالا لیے کاٹنے کو تیار ہیں۔بلند مینار تک بہ مشکل چڑھنے پر اُسے بچھوؤں کا سامنا ہے اور چھلانگ لگا کر نیچے آئے تو بھی بچھوؤں سے ملاقات ہوتی ہے۔لق و دق صحرا میں اجنبی منزلوں کا تنہا مسافر جو تھکن سے چور ہو چکا ہے، بچھو صفت انسانوں کے ہاتھوں عزیمت خوردہ، نڈھال اور بے اماں ہے۔ بچھو کے علاوہ گدھ، چیونٹے، چیلیں، سانپ اور ہزار پا کی علامات بھی معاشرے میں موجود تخریبی اور شر پسند عناصر کے لیے استعمال کی گئی ہیں۔اِن علامات کو ماحول کے ساتھ باہم مربوط کیا گیا ہے۔ صحرا کے ساتھ متعلقات میں بچھو، سانپ، چیونٹیوں، کوڑھیلی زمین، شوکتی ہواؤں کا ذکر، بَن یا جنگل کے ساتھ، گدھ، بجّو، الّو، چمگادڑ، سیہہ، جنگلی جانوروں کی آوازیں، ماحول میں دہشت کا رنگ بھر دیتی ہیں۔

بستی اور جنگل کے ساتھ مختلف لوازمات(جن میں جانور اور پرندے پیش پیش ہیں)کا تفصیلی ذکر ملتا ہے۔ بستی اور جنگل کی علامات عموماً ساتھ ساتھ آتی ہیں۔افسانہ "اختتام"،"کاٹھ کا شہر"،"تذکرہء اشجار"،"کاٹھ نگر میں پتلی تماشا"، "بن آتما"،"احمق کٹھ پتلی"اور "سائے کی طرح ساتھ پھریں" جیسے افسانوں میں جنگل اور اس کے

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-02
ماخذ تحقیقی مجلہ

لوازمات مکمل جزیات نگاری اور منظر کشی کے ساتھ نظر آتے ہیں جو افسانہ نگار کی حسِ بصرہ، شامہ اور لامسہ تینوں پر دالّ ہے۔ اس ضمن میں صباح حسین مقبول کی رائے فائق ہے:

> ان کے افسانوں میں جنگل کو بنیادی اہمیت حاصل ہے کہ وہ دنیا میں پھیلے انسانوں کے اس جنگل کی اہمیت سے اچھی طرح واقف ہیں لیکن انھوں نے جس طرح اپنے افسانوں میں مختلف مقامات پر جنگلات کا ذکر کیا ہے وہ بالکل ان کا ذاتی تجربہ محسوس ہوتا ہے اور اس سلسلے میں آواز، احساس اور نظر تینوں حسیات سے بہ یک وقت ایک تصویر مکمل ہونے کا احساس ہوتا ہے۔(15)

پانی، زندگی کی شادابی اور سیرابی کی علامت ہے لیکن اس کا افراط و تفریط عذاب کی صورت بھی اختیار کر سکتی ہے۔ افسانہ "عذاب میں گرفتار بستی" پانی کی کمی کے باعث قحط اور خشک سالی کا شکار ہوئی اور ڈھور ڈنگر، چرند پرند، نباتات سب پانی کی بوند بوند کو ترس گئے۔ پانی کی یہی علامت سیلاب کی صورت میں بھی بستی کی تباہ حالی اور ویرانی کا باعث بنی۔ افسانہ "پانچویں کھونٹ" میں پانی کی زیادتی سے بستی عذابِ الٰہی کا شکار ہو گئی۔ سیاہ رنگ کی علامت ،"کاجل بن"، "سیاہ حاشیہ"، "مقدر ساز" اور "خوشبو کا غلام" میں سیاہ بختی، غم و الم، موت، ماتم، نحوست، ویرانی، بے شعوری، جبریت کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ افسانہ "کاجل بن" میں سیاہ آسمان، سیاہ بستی، سیاہ اشجار، آبِ سیاہ، سیاہ دھرتی، سیاہ پھل پھول، کاجل بن کی تقدیر ہے جو اُن کی بے بصیرتی، بے شعوری اور جہالت کی مرہون منت ہے۔ "مقدر ساز" میں انسانی تقدیر کو کالے ہاتھوں میں دکھایا گیا ہے؛ جہاں کالے ہاتھ تقدیر محض اور جبریت کی علامت ہے۔ افسانہ "تیرھواں برج" میں تقدیر محض کے اس فلسفے کو سیاہ زمین، سیاہ بچھو اور سیاہ چیونٹیوں جیسی علامات سے واضح کیا ہے۔ "خوشبو کا غلام" میں کوہ سیاہ اور اس کی مناسبت سے سیاہ رنگ کے پھول، گھاس اور کوہ سیاہ تک پہنچ جانے والوں کے تباہ کن نتائج سے یہ اخذ کیا ہے کہ کالا رنگ ہماری تہذیب و معاشرت میں واقعی غم و الم، نحوست اور بد بختی کی علامت ہے۔

ڈاکٹر سلیم اختر نے مروّجہ اصطلاحات اور علامات کو نئی معنویت، نئے رنگ اور آہنگ کے ساتھ پیش کیا۔ "کاجل بن" قدیم زمانے میں ایسے جنگل کو کہتے تھے جس میں ہاتھی کثیر تعداد میں بستے ہوں؛ لیکن افسانہ "کاجل بن" میں افسانہ نگار نے اس اصطلاح کو بالکل نئے مفہوم میں پیش کیا ہے اور کووں کی جنگل میں سکونت کو کاجل بن قرار دیا ہے اور اس کو علامتی انداز میں ملّا طبقے کے لیے استعمال کیا ہے۔ "نارسس" ایسی قدیم یونانی اصطلاح کو نئی معنویت

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-02
ماخذ تحقیقی مجلہ

دیتے ہوئے خود پسندی اور الفتِ ذات کے ساتھ ساتھ کارل گستاؤ ژونگ کی اصطلاح، مردانہ روح (Animus)اور نسائی روح (Anima) کے مطابق نارسس نے اپنی نسائی روح کے ساتھ مل کر تکمیلِ ذات کے مدارج طے کیے ہیں۔ حاتم کی علامت کو بہادری، فیاضی اور مہم جوئی کے ساتھ ساتھ توسیعی معنی دیتے ہوئے بڑھاپے میں زوال آمادہ اور دوسروں کا دستِ نگر بھی دکھایا گیا ہے اور بے اولادی کے باعث، مغموم بھی۔ڈاکٹر سلیم اختر علامات کے مفہوم اور استعمال کے مواقع کے لحاظ سے رقم طراز ہیں:

> علامت سے اس وقت کام لیا جاتا ہے جب تخلیق کار پر ایک مخصوص تاثر مرتسم کرنے کے لیے ابلاغ کے ذرائع ناکافی تصور کرتا ہو۔ علامت کے استعمال سے ابلاغ کے لیے تخلیق کار سب سے زیادہ قاری کی ذہانت پر بھروسہ کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔۔۔ ہوتا یہ ہے کہ تخلیق کار کسی ایک لفظ کو اپنے مخصوص مگر مجازی معنی کا جامہ پہنا کر ایسے انداز سے (اور بار بار) استعمال کرتا ہے کہ نہ صرف قاری ہی مفہوم کی تہہ تک پہنچ جاتا ہے بل کہ اس سے وابستہ مخصوص تاثر کو جب ذہن قبول کر لے تو پھر اس لفظ سے چپک کر رہ جاتا ہے۔[16]

علامات کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر سلیم اختر کے افسانوں میں تاریخی واقعات اور کرداروں کو بھی نئی معنویت کے ساتھ متعارف کرایا ہے۔ان میں عرب قبیلہ طے کا "حاتم طائی"، ایتھنز (یونان) کی فرائی نی (Phryne Frine) "جیکس کاسانوا"، "لولیتا" اور "سیفو" قابل ذکر ہیں۔ حاتم طائی، عرب کے قبیلہ طے کا معروف سخی اور بہادر سردار تھا۔زمانہ قبل از اسلام پیدا ہوا اور قبل از اسلام ہی ۵۷۸ء میں وفات پائی۔ البتہ اس کی بیٹی سفانہ یا اصفانہ اور بیٹے عدی بن حاتم نے اسلام قبول کے اتھا۔ داستانِ الف لیلہ (۸۰۰ء۔۹۰۰ء) میں حاتم طائی کی کہانی سات ابواب میں حاتم کی مہمات کی تفاصیل بیان کی گئی ہیں۔ ہر باب کے آغاز میں ہر قصے کی بنیاد ایک سوال پر ہوتی ہے۔ڈاکٹر سلیم اختر کے افسانوں میں حاتم کی مہمات، جنگوں اور بہادریوں کا تفصیلاً ذکر ملتا ہے۔

فرائی نی (Phryne Frine)، چوتھی صدی قبل مسیح میں ایتھنز (یونان) کی مشہور حسین و جمیل ہتیاری (طوائف) جس پر بدعقیدہ ہونے کے الزام میں بغاوت کا مقدمہ چلا اور یونان کے جمال پرست جج اور وکیلوں نے اُسے محض حسن کی بنا پر سزا سے بچا لیا۔ وہ یونان کے دو معروف مصوروں، ہرکسی ٹیلز کی تراشیدہ "افروڈائٹ" اور "ایلیپس کی تصویر"، "افرووڈائٹ آف ایلیپس" جس کو (Venus Anadyomene) کا نام بھی دیا گیا، کے لیے

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-02
ماخذ تحقیقی مجلہ

ماڈل بنی تھی۔ فرائی نی، ہر کسی ٹیلز کی محبوبہ بھی تھی جس نے خالص سونے سے اس کا مجسمہ بنایا اور اس پر ملمع کاری کی ۔افسانہ " قفس رنگ" میں" فرائی نی" کا ذکر موجود ہے۔

جیکس کاسانووا(Jacques Casa nova) اٹھارویں صدی عیسوی کا حقیقی جنسی کردار تھا جس نے زندگی میں ہزاروں عورتوں کو فریب دے کر اپنی جنسی شہوت کا نشانہ بنایا۔جب وہ بوڑھا ہوا تو کسی نواب کی لائبریری میں بطور لائبریرین کام شروع کر دیا جہاں اس نے اپنی زندگی بالخصوص جنسی تذکرے بارہ جلدوں (Volume) میں *Memoires of Casanova* کے نام سے قلم بند کیے جس کی اشاعت پر کھلم کھلا جنسی واقعات کے بیانات پر مبنی ہونے کی بنا پر بیش تر ممالک میں پابندی ہے۔یوں "جیکس کاسانووا" اوباش، عورت پرست (Womenizer) ہونے کی بنا پر بدنام زمانہ کہلایا۔ افسانہ "کاسانووا ۱۹۷۲ء" میں اس کا ذکر ہے۔

لولیتا *Lolita* روسی ناول نگار والدمر نوبوکوف (جو امریکہ میں مقیم تھا) کے معروف ناول کا نام ہے۔ یہ پیچیدہ قسم کا ناول ہے جس میں ادھیڑ عمر کا مرد چھوٹی سی لڑکی "لولیتا" پر عاشق ہو جاتا ہے اور اسے پانے کے لیے اس کی ماں سے شادی کر لیتا ہے۔یہ ناول اتنا مشہور ہوا کہ اس کے نام پر "لولیتا" فلم بھی بنی۔ڈاکٹر سلیم اختر نے لولیتا کی اصطلاح کو موضوع کی ہم آہنگی کی بنا پر افسانہ کو "لولیتا" کا نام دیا۔ پھر افسانے میں موجود بچی کے کردار کا "لعل بی بی "عرف لالی" نام رکھا جو لولیتا سے کسی حد تک مماثل ہے۔

سیفو (Saphho) قدیم یونانی شاعرہ تھی اور اس کا عہد ساتویں صدی قبل مسیح کے وسط میں متعین کیا گیا ہے، سیفو (Saphho) نامی عورت، جو Lasbos نامی جزیرے سے تعلق رکھتی تھی، کسی اور عورت سے محبت کرتی تھی اور اس کی محبت میں شاعری بھی کی۔ جس میں اپنی محبوبہ کا ذکر والہانہ انداز میں کیا۔ مکالماتِ افلاطون میں سیفو (Saphho) کی شاعری کا حوالہ ملتا ہے جس کا اُردو ترجمہ، عبد العزیز خالد نے سرودِ رفتہ کے نام سے کیا؛ بقول وہاب اشرفی:

> سیفو کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کا اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ عہد عتیق کے تمام ناقدینِ فن مثلاً افلاطون۔ ڈایونیس اور ہوریس نے اس کے کلام کو پسند کیا۔ سیفو سے نو کتابیں منسوب کی جاتی ہیں۔اس کی نظموں کا بنیادی موضوع محبت ہے، نزاکت ولطافت سوزوگداز اور حسن ورعنائی اس کی شاعری کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ (17)

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-02

ماخذ تحقیقی مجلہ

معاشرتی موضوعات پر مبنی افسانوں میں، ملکی صورت حال کی ابتری، جاگیردارانہ نظام کی استحصالی ،اقتصادی ناہمواری، معاشرے میں موجود منافقانہ روشوں ،لاقانونیت، نااہل حکمرانوں کا تسلط ،اخلاقی گراوٹوں ،لوٹ کھسوٹ ،بدعنوانی اور مہنگائی کا تذکرہ کرتے ہیں اور ان کے پسِ پشت محرکات اور عوامل کی طرف نشان دہی بھی کرتے ہیں۔"خیابان پاک جہاں"، "لب پہ آتی ہے دعا۔۔۔"، "مٹی کا قرض" اور "بچہّ جمورا" جیسے افسانے افسانہ نگار کی حب الوطنی کے جذبات پر مشتمل نمائندہ افسانے ہیں۔"لہو کی چہچہاہٹ" میں پاکستان کے ہوس پرست اور خود غرض راہ بر نما، راہ زنوں کی چیرہ دستیوں کا علامتی انداز میں ذکر کیا ہے۔وہ ملکی، معاشی، معاشرتی، سیاسی اور اخلاقی ابتری سے سخت افسردہ ہیں؛وہ لکھتے ہیں:

> ہماری معاشرت کی صورت یہ ہے کہ آوی کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔کرپشن، سیاست دانوں کی جعلی ڈگریاں، قانون کا احترام نہ کرنا، یہ سب کچھ وہ طبقہ کر رہا ہے جو سمجھتا ہے کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔لوگ قانون پر عمل در آمد کے لیے سنجیدہ نہیں ہیں۔(18)

جاگیر دارانہ نظام کی استحصالیوں اور نسل در نسل اس کے مضر اثرات پر رد عمل کا اظہار " سفر سے واپسی"، "گنداخون"، "باہر ہے دم شمشیر کا" جیسے افسانوں میں ہر طبقہ انسانی کے حوالے سے کیا گیا ہے۔معاشرے میں موجود اخلاقی برائیوں میں منافقت کو سر فہرست گردانتے ہیں اور طنزیہ اسلوب میں منافقانہ روشوں کو ہدفِ تنقید بناتے ہیں۔مذہبی سطح پر "خشوع و خضوع"، "الزائمر"، "کاجل بن"، "رزق حلال"، "سانتاکلاز کا زوال"، "خبیث داپتّر"، "پابندی وقت کے فوائد"، "تختہ مشق"، "آشوب چشم" ظاہر دار مولوی طبقہ کی قلعی کھولتے نظر آتے ہیں۔ افسانہ "کاجل بن" میں کوے، ملا کی علامت ہیں جو ہمارے معاشرے میں منافقانہ طرزِ عمل، دوغلی پالیسی اور اخلاقیات کے دوہرے معیار کے نمائندے ہیں۔"خشوع و خضوع" میں یہی منافقت، مذہب سے دوری، مذہبی اقدار سے لاتعلقی اور عدم دل چسپی عام طبقہ انسانی میں پائی جاتی ہے؛جب کہ "الزائمر" میں یہی منافقت، مذہبی بے عملی اور بے اعتنائی، علما، فقہا اور صوفیہ تک پہنچی ہوئی ہے۔ افسانہ "رزقِ حلال" کا مرکزی کردار، کرم داد، دین کی تبلیغ کرتے کرتے فحش کتابوں کی چھپائی اور فروخت کے کاموں میں مصروف ہو گیا۔"سانتاکلاز کا زوال" میں مولوی دین کی تبلیغ محض روز گار کے طور پر کرتا ہے۔"لب پہ آتی ہے دعا۔۔۔" میں نمازیوں کی دعا کا سارا عمل تصنع پر مبنی ہے، قلبی گہرائیوں سے نہیں پھوٹتا۔افسانہ "آشوبِ چشم" میں ادیبوں، شاعروں، نقادوں اور اخباری نمائندوں کی منافقانہ روش، بے بصیرتی اور اغماض پر نکتہ چینی کی ہے کہ وہ اصلیت پر گہرے نقاب چڑھا دیتے ہیں اور حقیقت

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-02
ماخذ تحقیقی مجلہ

نگاری کی بجائے جھوٹ، منافقت اور ریاکاری کا سہارا لیتے ہیں۔ افسانہ "خبیث داپتّر"، "پابندی وقت کے فوائد" اور "تختہ مشق" میں یہی منافقت جنسی تشدد اور انتقام کی صورت میں نظر آتی ہے جہاں دین کے محافظ، لٹیر بن کر سامنے آتے ہیں۔

سیاست دانوں، مطلق العنان حکمرانوں اور راہ نما کے روپ میں لٹیروں کے منافقانہ رویے، جبر و تشدد، ناانصافیوں اور عوام کے ساتھ مکر و فریب کی داستانیں علامتی انداز میں، "نیا تماشا"، "کاٹھ کا شہر"، "نادیدہ"، "عذاب میں گرفتار بستی"، " اور بستی"، "شاہی دستر خوان"، "بلندی کی حد"، "اختتام"، "زنجیر"، "ظل ھما"، "پانچویں کھونٹ"، "لہو کی چہچہاہٹ" اور" پکار" جیسے افسانوں میں مختلف زاویوں سے پیش کی گئی ہیں۔ ان افسانوں میں داستانوی اسلوب اختیار کیا گیا ہے اور اس طبقے کے لیے "بادشاہ"، "شہنشاہ" اور "شاہی نظام" جیسی علامات استعمال کر کے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ بظاہر جمہوری نظام، بباطن شاہانہ روشوں کی آماج گاہ بنے ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر سلیم اختر بحیثیت حساس، دردمند، باشعور اور محب وطن شہری، معاشرتی ناہمواریوں، سیاسی بے اعتدالیوں اور نظام کی خرابیوں پر طنزیہ وار کرتے ہیں۔ الغرض، ڈاکٹر سلیم اختر کے افسانے، معاشرے میں منشور کی طرح ہیں جن سے زندگی کے لاتعداد رنگ اور زاویے منعکس ہو رہے ہیں اور شعبہ ہائے زیست کی ہر جھلک نظر آ رہی ہے۔

## حوالہ جات

۱۔ سلیم اختر، ڈاکٹر "آپ کے لیے" مشمولہ نرگس اور کیکٹس، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء، ص ۷
۲۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، تخلیق: تخلیقی شخصیات اور تنقید، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء، ص ۳۷۲۔
۳۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، ادب اور لاشعور، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص ۱۳۶۔
۴۔ محمد سعید، (مرتب) "ڈاکٹر سلیم اختر اپنی نظر میں" مشمولہ، ماہنامہ سپوتنک، لاہور: جولائی ۲۰۰۱ء، ص ۴۲۔
۵۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، "جنم روپ"، مشمولہ نرگس اور کیکٹس، ص ۹۴۔
۶۔ سہیل احمد، ژونگ کے نفسیاتی نظریات، لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ، پنجاب یونی ورسٹی، دسمبر ۱۹۸۷ء، ص ۲۳۔۲۴۔
۷۔ راقمتہ الحروف سے ٹیلی فونی گفتگو، ۳ فروری ۲۰۱۷ء، ۵ بجے شام۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-02


۸۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، نشان جگر سوختہ (آپ بیتی)، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء، ص ۳۶۔
۹۔ ایضاً، ص ۴۷ ۲۔
۱۰۔ ایضاً، ص ۶۴۔
۱۱۔ راقمتہ الحروف سے ٹیلی فونی گفتگو (مورخہ: ۲۰ اپریل ۲۰۱۷ء) ۷ بجے شام۔
۱۲۔ نشان جگر سوختہ (آپ بیتی)، ص ۲۹۶۔
۱۳۔ ایضاً، ص ۱۴۰۔
۱۴۔ عاصمہ اصغر، مرتبہ، مکالمات سلیم، ڈاکٹر سلیم اختر کے انٹرویوز کا مجموعہ، لاہور: اظہار سنز ۱۹۔ اردو بازار، ۲۰۱۲ء، ص ۳۲۳۔
۱۵۔ صباح حسین مقبول، "سلیم اختر کے کڑوے بادام"، مشمولہ ڈاکٹر سلیم اختر: شخصیت اور تخلیقی شخصیت ترتیب و تہذیب، ڈاکٹر طاہر تونسوی، لاہور: سنگ مل پبلی کیشنز، ۱۹۸۵ء، ص ۴۶۲۔
۱۶۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، ادب اور لاشعور، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء، ص ۱۰۶۔
۱۷۔ وہاب اشرفی، تاریخ ادبیاتِ عالم، (جلد اوّل)، اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۰۶ء، ص ۱۲۷۔
۱۸۔ مقصود گوہر کا ڈاکٹر سلیم اختر سے انٹرویو، روزنامہ نئی بات، لاہور: ۲ اپریل ۲۰۱۲ء، ص ۷۔